Tahqiq
Research Journal of
the Faculty of Oriental Learning
Vol: 30, Sr.No.74, 2009, pp 94 - 111

تحقیق
مجلۂ کلیۂ علوم شرقیہ
جلد ۳۰، جنوری۔ مارچ، شمارہ ۷۴، ۲۰۰۹ء

کشف المحجوب کے منابع

عظمیٰ عزیز خان☆

Abstract

Taking excerpts from others' books and benefiting from the work of predecessors are a common practice in academic circles. The great treatise on Islamic Sufism, *Kashf al-Mahjub* by Sayyid Ali Hujvairi is no exception to this tradition. *Kashf al-Mahjub* is considered to be the first ever book on Sufism in Persian language. Sayyid sahib studied and consulted many authentic and important books while writing this book. There are some books that can be called the source of *Kashf al-Mahjub* like Abu Nasr's *al-Luma*, Abdur-Rehman's *Tabaqat al-Sufia*, Abu al-Qasim's *Rasala Qushairia* and Abu Bakr's *Al-Ta'rruf li-Mazhab ahle-Tassuwwuf.* Other books referred to in the book have also been talked about.

حضرت سیّد علی بن عثمانؒ پاک و ہند کے اوّلین مبلغینِ اسلام میں سے ہیں جن کی روشن کردہ شمع ہدایت نے اس خطہ کو نورِ اسلام سے روشن کیا۔

☆ ریسرچ سکالر، ہجویری چیئر، اورینٹل کالج، جامعہ پنجاب، لاہور

حضرت سیّد علی ہجویریؒ کی شخصیت ہمہ جہت تھی۔ آپ بلند پایہ صوفی، عالم اور شاعر ہونے کے ساتھ ساتھ نامور نثر نگار بھی تھے۔ آپ کی تبلیغی کوششیں اور دینی خدمات صرف زبان تک ہی محدود نہ تھیں بلکہ آپ نے قلم کو بھی اس کے اظہار کا ذریعہ بنایا اور تصوف و عرفان پر متعدد کتب تصنیف فرمائیں، مگر سوائے کشف المحجوب کے سب حوادثِ زمانہ کی نظر ہو گئیں۔(۱)

کشف المحجوب پانچویں صدی ہجری میں فارسی زبان میں تصوف و عرفان پر لکھی جانے والی پہلی با قاعدہ کتاب ہے(۲) جس کی آب و تاب اتنی صدیاں گزر جانے کے باوجود آج بھی اسی طرح برقرار ہے اور یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ حضرت داتا گنج بخشؒ کی دیگر کتب کے ضائع ہو جانے کا ازالہ اس کتاب کی دائمی مقبولیت اور عظمت کی صورت میں ہو گیا۔ اس کی جامعیت اور افادیت کے پیش نظر اسے تصوف و عرفان کا فارسی دائرہ معارف کہا جا سکتا ہے۔

کشف المحجوب سے پہلے بھی تصوف کے علمی میدان میں بہت کارہائے نمایاں اُنجام دیے گئے۔ خاص طور پر عربی زبان میں بہت سے اکابر صوفیاء نے اس موضوع پر کئی اَہم کتب تصنیف کیں جن کی قدر و منزلت اپنی جگہ مسلم ہے مگر کشف المحجوب کو اس کے موضوعات و مطالب کے تنوع اور جامعیت کے اعتبار سے منفرد مقام حاصل ہے۔ یہ کتاب آپ کے علم و فضل، کثرت مطالعہ اور بے مثال قوت حافظہ کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ اس کی تصنیف کے دوران بہت سی کتابیں آپ کے پیش نظر نہ تھیں۔ اور آپ نے اپنے اس ذخیرۂ کتب کی عدم دستیابی پر بہت رنج کا اظہار کیا جو غزنی میں رہ گیا تھا۔(۳)

حضرت علی بن عثمانؒ نے اس عظیم المرتبت کتاب کی تصنیف کے دوران قرآن واَحادیث کے علاوہ تفسیر، فقہ، علم کلام اور تصوف کی بہت سی کتابوں سے بھی استفادہ کیا۔ ان کتابوں میں سے کچھ ایسی ہیں جنھیں کشف المحجوب کے ذیلی و ضمنی منابع کہا جا سکتا ہے اور بعض کو اس کے بنیادی منابع میں شمار کیا جائے گا۔ کیوں کہ کشف المحجوب پر ان کے لفظی و معنوی اثرات بے حد نمایاں ہیں۔

ذیل میں چند ایسی اہم کتابوں کا مختصر تعارف پیش کیا جاتا ہے:

اللمع فی التصوف

کتاب اللمع کا شمار تصوف کی قدیم ترین کتب میں ہوتا ہے۔ یہ عربی زبان میں ہے اس کے مصنف چونکہ خود بھی بہت بڑے عالم اور صوفی تھے اس لیے ان کی یہ کتاب کسی گنجینۂ معارف سے کم نہیں۔ اس کا مطالعہ اہل معرفت کے لیے بے حد اہمیت کا حامل ہے۔

ابونصر سراج طوسیؒ صاحب ''اللمع'' پورا نام ابونصر عبداللہ بن علی بن محمد تھا۔ آپ کا شمار چوتھی صدی ہجری کے اہم ترین صوفیوں میں ہوتا ہے۔ طاوس الفقراء کے لقب سے مشہور ہوئے۔(۴) وطن طوس تھا۔ آباء و اَجداد زہد و تقویٰ میں بڑی شہرت رکھتے تھے۔ آپ کے والد کا اِنتقال سجدے کی حالت میں ہوا تھا۔ زندگی کا بڑا حصہ تبریز، تستر، بغداد، دمشق اور قاہرہ جیسے علاقوں کی سیاحت میں گزرا اور اس دوران بڑے بڑے علماء، مشائخ اور صوفیاء سے فیض حاصل کیا۔ آپ ابو محمد مرتعش (م:۳۲۸ھ) کے مرید تھے۔ (۵) حضرت سری سقطیؒ (م:۲۵۳ھ یا ۲۵۷ھ) اور سہل بن عبداللہ تستریؒ (م:۲۸۳ھ) جیسے اکابر صوفیاء سے بھی آپ کی ملاقاتیں رہیں۔ آپ کے اساتذہ میں جعفر خلدیؒ (م:۳۴۸ھ)، محمد بن داؤد الدقی (م:۳۵۰ھ) اور احمد بن مسائح شامل ہیں۔ تصوف پر متعدد کتب تصنیف کیں مگر اللمع کے علاوہ باقی دستیاب نہیں ہیں۔ اس لحاظ سے ان میں اور حضرت سیّد علی ہجویری میں مماثلت پائی جاتی ہے۔ آپ نے ۳۷۸ھ میں وفات پائی۔ (۶)

کتاب اللمع کا آغاز ایک مقدمے سے ہوتا ہے جسے سترہ حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ ابونصر سراجؒ اس کے مقدمے میں بڑی وضاحت سے اس کتاب کے ابواب کی تفصیل بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

> ''میں نے اللہ سے استخارہ کر کے کچھ ایسے باب جمع کیے جن میں، مَیں نے بتایا کہ اہلِ تصوف کا کیا مذہب تھا۔ اُن کے قدیم مشائخ نے صوفیاء

کے علوم کی تشریح کرتے ہوئے کیا کچھ کہا ہے۔ اُن کے بنیادی اُصول کیا ہیں۔ اُن کے مذہب کی بنیاد کس پر ہے۔ نیز میں نے اُن حالات ، اشعار، مسائل، جوابات، مقامات اور احوال کا ذکر کیا ہے اور اُن لطیف اشاروں اور فصیح عبارتوں کا ذکر کیا ہے جو ان ہی کا حصہ ہیں۔ اُن مشکل الفاظ کا ذکر کیا ہے جو اُن کے اُصول کے مطابق درست ہیں۔ اُن کے حقائق وجد اور فصول کا ذکر کیا ہے۔"(۷)

مصنف نے اس کتاب کے مختلف موضوعات کی وضاحت اور مباحث کے دوران انھیں آیات، اَحادیث اور اقوالِ مشائخ سے بھی مزین کیا ہے۔ اس سے آپ کے علمی مرتبے کی بلندی کا اندازہ ہوتا ہے۔ بعض باتوں کی تفصیل بیان کرتے ہوئے جہاں کہیں آپ نے صوفیائے کرام کے اقوال سے استفادہ کیا وہاں آپ نے یہ اہتمام ضرور ملحوظ رکھا کہ ان کے اپنے الفاظ ہی میں مفاہیم بیان کیے جائیں اور اپنی طرف سے اس میں کمی بیشی نہ کی جائے۔ اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"مَیں نے اس کتاب میں متقدمین صوفیاء کے جوابات اور ان کے الفاظ درج کیے ہیں کیوں کہ اس طرح میں ان تکلفات سے بے نیاز ہو جاتا ہوں جو ہمارے زمانے کے متاخرین اِن علوم پر گفتگو کرتے ہوئے یا کسی سوال کا جواب دیتے ہوئے یا اِس علم کو اپنی طرف منسوب کرتے ہوئے کرتے ہیں حالانکہ وہ ان کے حقائق اور احوال سے عاری ہوتے ہیں۔"(۸)

یہ کتاب اپنے زبان و بیان اور اُسلوب کے اِعتبار سے بھی سادگی و سلاست کا عمدہ نمونہ ہے۔(۹) سید علی ہجویریؒ، ابو نصر سراجؒ کے علم و فضل کے بے حد معترف تھے۔ آپ نے اپنی کتاب کشف المحجوب میں دو جگہوں "باب الحجاب السابع فی الصوم" (۱۰) اور "باب آداب صحبت" (۱۱) میں ان کو بڑے احترام و محبت سے یاد کیا ہے۔ اس کے علاوہ کشف المحجوب

میں ان کی کتاب اللمع سے استفادہ کرنے کا ذکر بھی کیا ہے۔(۱۲)

صاحب اللمع بھی سید علی ہجویریؒ کی طرح طریقت کے دبستانِ جنیدیہ سے وابستہ تھے لہٰذا آپ نے اِس سلسلے کے مصنفین کی پیروی میں اپنی کتاب کی تصنیف کے دوران شریعت وطریقت کی ہم آہنگی کے موضوع کو اولیت دی۔ حضرت ہجویریؒ نے بھی چونکہ اس کتاب کو کشف المحجوب کے منابع میں شامل رکھا ہے، اس لیے دونوں کتابوں کی ترتیب کافی حد تک ایک دوسرے سے ملتی جلتی ہے۔

سیّد علی ہجویریؒ نے کشف المحجوب میں مختلف مباحث کے دوران متعدد جگہوں پر کتاب اللمع کے مطالب و مفاہیم سے مدد لی ہے اور بعض مواقع پر بات کو زیادہ وضاحت سے بیان کرنے کے لیے اس کتاب کی عبارات بغیر کسی تبدیلی کے ہو بہو نقل کی ہیں۔(۱۳)

کتاب اللمع خاص طور پر کشف المحجوب کے باب اِثبات علم، ذکرِ اصحابِ رسولؐ، کراماتِ اولیاء، سماع اور بعض صوفیانہ الفاظ و اصطلاحات کی تشریح میں اہم ماخذ رہی ہے۔(۱۴)

دونوں کتابوں میں ایک اہم مشترک بات یہ بھی پائی جاتی ہے کہ ابونصر سراجؒ نے بھی اللمع کے آغاز سے پہلے استخارہ کیا تھا اور اس کا ذکر اپنی اس کتاب میں کیا اسی طرح ان کی تقلید میں سید ہجویریؒ نے بھی کشف المحجوب کی تصنیف سے پہلے استخارہ کیا اور اپنی کتاب میں اسے کرنے کی وضاحت بھی فرمائی۔(۱۵)

طبقات الصوفیہ

طبقات الصوفیہ کے مصنف محمد بن الحسین موسیٰ بن خالد بن سالم ہیں لیکن آپ ابوعبدالرحمٰن سُلمی کے نام سے معروف ہیں۔ آپ عربی النسل تھے۔ ابو عمرو بن نجید سلمی (م:۳۶۶ھ) کے پوتے تھے۔ (۱٦) سُلمی نے بہت سے مشائخ حدیث اور صوفیاء سے استفادہ کیا اور ان کی شاگردی اختیار کی۔ ان میں سب سے نمایاں نام ان کے دادا کا ہے۔

حضرت سُلمی خود بھی بہت بڑے عالم تھے۔ آپ کے شاگردوں میں بڑے اہم صوفیاء شامل رہے ہیں۔ جن میں ابوسعید ابوالخیرؒ (م:۴۴۰ھ) اور امام ابوالقاسم قشیریؒ (م:۴٦۵ھ)

شامل ہیں۔ ابو سعید ابوالخیرؒ نے حضرت سُلَمی سے خرقہ خلافت بھی حاصل کیا تھا اور یہ ان کی طرف سے دیا جانے والا پہلا خرقہ خلافت تھا جو سُلَمیؒ سے آپ کو عنایت ہوا تھا۔(۱۷) سلمیؒ نے ۴۱۲ھ میں وفات پائی۔(۱۸)

ابوعبدالرحمٰن سلمیؒ کثیر التصانیف بزرگ تھے۔ حدیث، تفسیر اور تصوف کے موضوع پر آپ نے بہت سی کتابیں اور رسائل لکھے لیکن آپ کی شہرت وجہ طبقات الصوفیہ بنی جو تصوف و عرفان کے موضوع پر بلاشبہ ایک عمدہ کتاب ہے۔

طبقات الصوفیہ چوتھی صدی ہجری کے اواخر یا پانچویں صدی ہجری کے آغاز میں لکھی گئی۔ یہ عربی زبان میں ہے۔ اس کے نام ہی سے ظاہر ہے کہ یہ صوفیاء کے تذکرے پر مشتمل ہے اور اس میں مصنف نے آغاز سے لے کر اپنے عہد تک کے اَہم صوفیاء کا ذکر کیا ہے۔

یہ کتاب پانچ طبقات پر مشتمل ہے(۱۹) اور ہر طبقے میں پچیس اور مجموعی طور پر ایک سو تین مشائخِ تصوف کے احوال بیان کیے ہیں۔ اس کے علاوہ ہر شیخ طریقت کے احوال کے ضمن میں انھوں نے اس سے متعلقہ تمام معلومات مثلاً نام، کنیت، نسب، لقب، خاندان اور مولد وغیرہ کی تفصیل بھی بیان کی ہے۔

اس کتاب کی اَہمیت کے پیش نظر دُنیا کی مختلف زبانوں میں اس کے کئی تراجم اور شرحیں ہو چکی ہیں۔ حضرت ہجویریؒ کے ایک ہم عصر شیخ طریقت، شاعر اور اَدیب خواجہ عبداللہ انصاری ہراتیؒ (وفات ۴۸۱ھ) نے اس کا بیشتر حصہ فارسی میں ترجمہ کیا تھا اور بعض ہم عصر مشائخ کے احوال و کوائف کا اضافہ بھی کیا تھا۔(۲۰)

طبقات الصوفیہ کی ایک اہم خصوصیت یہ بھی ہے کہ اسے بلاشبہ کشف المحجوب کا معنوی سرچشمہ قرار دیا جا سکتا ہے۔ حضرتِ ہجویریؒ نے کئی مقامات پر نہ صرف اس سے استفادہ کیا بلکہ صاحب کتاب کی تعریف و توصیف بھی فرمائی۔ آپ حضرت سلمیؒ کو ''شیخِ مبارک''(۲۱)، ''پیرِ صاحبِ نقل''(۲۲)، اور ''نقالِ طریقت و کلامِ مشائخ''(۲۳) جیسے القابات

سے یاد فرمایا ہے۔

حضرتِ ہجویریؒ نے کشف المحجوب کے ابواب کی ترتیب و تنظیم کے سلسلے میں طبقات الصوفیہ کی ابواب بندی کو پیشِ نظر رکھا اور تبع تابعین کے احوال و کوائف کے ضمن میں اس کتاب سے بہت مدد لی۔ خاص طور پر حضرت معروف کرخیؒ (م:۲۰۰ھ) کے حالات بیان کرتے ہوئے آپ نے جن دو حضرات کی پیروی کا ذکر کیا ہے ان میں سے ایک سلمیؒ ہیں۔(۲۴) تقریباً ۵۴ مشائخِ کرام ایسے ہیں جن کے احوال طبقات الصوفیہ میں موجود ہیں اور حضرتِ ہجویریؒ نے کشف المحجوب میں بھی انھیں بیان کیا ہے۔ اسی طرح آپ نے کشف المحجوب کے ہر باب میں ایک یا دو فصول جو اقوالِ مشائخ کے سلسلے میں مختص کی ہیں، ان کا زیادہ تر حصہ طبقات الصوفیہ ہی سے لیا گیا ہے۔ ان میں سے کچھ اقوال ایسے ہیں جنھیں آپ نے فارسی زبان میں ترجمہ کر دیا اور کئی ایسے بھی ہیں جنھیں آپ نے اسی طرح عربی زبان میں نقل کیا ہے۔(۲۵)

کشف المحجوب میں حضرت ہجویریؒ نے حضرت سلمی کی دو اور کتابوں کا بھی ذکر کیا ہے جن میں ''تاریخ اہل الصفہ'' اور ''کتاب السماع'' شامل ہیں۔ آپ نے ان دو کتابوں سے بھی یقیناً استفادہ کیا ہوگا لیکن سلمی کی کتابوں میں طبقات الصوفیہ ہی آپ کا بنیادی ماخذ رہی۔

رسالہء قشیریہ

رسالہ قشیریہ تصوف و عرفان کے موضوع پر لکھی جانے والی مستند اور مقبول کتاب ہے۔ بڑے بڑے مشائخ اور علماء نے اس سے استفادہ کیا ہے۔ اس کا شمار تصوف کے چند قدیم اور بنیادی مآخذ میں ہوتا ہے۔ گویا یہ ایسی جامع کتاب ہے جس میں اختصار سے تصوف کے مسائل اور موضوعات کا احاطہ کیا گیا ہے۔

رسالہ قشیریہ کے مصنف امام ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوازنؒ ہیں۔ آپ ۳۷۶ھ میں نیشاپور کے نواحی قصبہ استوا میں پیدا ہوئے۔(۲۶) بچپن ہی میں والد کا اِنتقال ہوگیا تھا۔ اِبتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے نیشاپور آ گئے جو اس وقت علوم و

فنون کا گہوارہ تھا۔ یہاں ان کی ملاقات حضرت ابوعلی الحسن بن علی دقاقؒ (م:۴۰۵ھ) سے ہوئی جو بڑے صاحب کشف و کرامات تھے۔(۲۷) ان کی صحبت نے آپ کی زندگی میں انقلاب برپا کر دیا۔ چنانچہ آپ نے ان کے حکم پر ظاہری علوم کی بجائے علومِ دینی کی تعلیم بڑے بڑے علماء اور مشائخ سے حاصل کی۔ آپ فنِ سپاہ گری اور شاہ سواری کے بھی ماہر تھے۔(۲۸) آپ ابوعلی دقاق کے نہ صرف مرید و خلیفہ بنے بلکہ ان کے داماد بھی تھے۔ آپ ان کا اس قدر احترام کرتے تھے کہ آج بھی اس کی مثال دی جاتی ہے۔

امام قشیریؒ محدث، فقیہ، کاتب، شاعر اور اثرانگیز واعظ بھی تھے۔ علم حدیث میں ہزاروں علماء نے آپ کی شاگردی اختیار کی۔ آپ کی اولاد بھی علم وفضل اور زہد وتقویٰ میں بلند مقام رکھتی تھی۔ تمام لوگ آپ کے علمِ وفضل، زُہد وتقویٰ، حسنِ اَخلاق اور فیضان کے معترف تھے۔ آپ نے ۴۶۵ھ میں وفات پائی اور نیشاپور میں اپنے پیر و مرشد کے پہلو میں دفن ہوئے۔(۲۹)

رسالہء قشیریہ کے علاوہ امام قشیریؒ کی چند اور تصانیف بھی ہیں جن میں تفسیر کبیر، آدابُ الصوفیہ، لطائف الاشارات اور کتاب احکام السماع شامل ہیں۔(۳۰) مگر جو شہرت و مقبولیت رسالہء قشیریہ کو حاصل ہوئی وہ دیگر کتب کے حصے میں نہ آسکی۔

اس رسالے کے آغاز ہی میں امام ابوالقاسمؒ اس کے سال تصنیف کے بارے میں لکھتے ہیں کہ انھوں نے اس کو ۴۳۷ھ میں لکھنا شروع کیا اور ۴۳۸ھ کے اوائل میں مکمل کیا۔(۳۱) اس کا سببِ تالیف مختلف مصنفین نے اس دور میں پیدا ہونے والے ان مختلف فرقوں کو قرار دیا ہے جنھوں نے دینِ اسلام میں طرح طرح کی بدعات پیدا کر دی تھیں جن کے باعث عقائد اسلامی کو شدید نقصان پہنچ رہا تھا۔ امام قشیریؒ اس کی وجہ تالیف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ چونکہ لوگ دین کے احترام سے غافل ہو کر حلال وحرام کی تمیز چھوڑ بیٹھے ہیں اور عقائد اسلامی کی پرواہ نہیں کرتے جس کے نتیجے میں لوگوں کے اندر شریعت وطریقت کے سلسلے میں طرح طرح کی غلط فہمیاں پیدا ہو رہی ہیں اور اس بات کا خطرہ بڑھ گیا ہے کہ کہیں لوگ یہ نہ سمجھنے

لگ جائیں کہ ان کے بزرگوں نے طریقت کی بنیاد اِن غلط امور پر رکھی تھی لہٰذا ان باتوں کی درستی کی نیت سے یہ کام شروع کیا گیا ہے۔(۳۲) امام قشیریؒ کی اس وضاحت سے اس کتاب کی تصنیف کی اہمیت و افادیت پوری طرح واضح ہو جاتی ہے۔

اس رسالے کے موضوعات کی ترتیب کے سلسلے میں بھی آپ نے جو اہتمام فرمایا اس سے آپ کی بالغ نظری اور فہم و فراست کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔ رسالے کے آغاز میں آپ نے صوفیائے کرام کے عقائد بیان کیے ہیں۔ پھر کچھ مشہور صوفیاء کے حالات لکھے ہیں۔ اس کے بعد تصوف کی چند اصطلاحات کی تشریح کی گئی ہے۔ اس کے بعد تصوف کے مسائل بیان کیے ہیں اور ہر مسئلے کے حل کے لیے مختلف آیات و احادیث سے مدد لی ہے کیوں کہ مسائل تصوف کی بنیاد کتاب وسنت پر ہی ہے۔ اس کتاب کی ایک اور خوبی یہ ہے کہ اس میں اولیائے کرام کی ایک سو سے زائد کرامات کا ذکر کیا گیا ہے۔ ایک باب سماع کے موضوع پر بھی ہے۔ کتاب کے اختتام پر ولایت، مرید اور شیخ کے آداب بیان کیے گئے ہیں۔(۳۳)

B.R.Von Schlegell کی کتاب **The Principles Of Sufism** کے فلیپ پر لکھا ہے:

> "One of the most widely read sufi treatises in Arabic, the Risalah defines classical sufism through the use of quotations from the Quran, the prophetic traditions and refrences to the examplary behavior of the ascetics and saints".(34)

یہ رسالہ لکھتے ہوئے امام قشیریؒ نے تصوف کی کئی اور اہم کتابوں سے بھی استفادہ کیا۔ ان میں ابوعبدالرحمان سلمیؒ کی دیگر کتب کے علاوہ طبقات الصوفیہ کو خاص طور پر پیشِ نظر رکھا۔ دوسری کتاب ابونصر سراجؒ کی اللمع ہے۔ اس کے علاوہ ابونعیم اصفہانیؒ (م:۴۳۰ھ) کی حلیۃ الاولیاء، ابوبکر ابراہیم کلا باذیؒ (م:۳۸۵ھ) کی التعرف اور امام ابوالحسن

شافعیؒ (م: ۷۰۳ھ) کی بہجتہ الاسرار ہے۔

رسالہء قشیریہ کی شہرت و مقبولیت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ اس کے بہت سے تراجم اور شرحیں لکھی گئیں۔ سب سے پہلی شرح سدید الدین ابومحمد عبدالمعطی بن ابی ثناء محمود کی ہے۔ برصغیر میں چشتی سلسلے کے نامور شیخ طریقت حضرت خواجہ گیسو دراز (م: ۸۲۵ھ) نے ۸۰۷ھ میں فارسی زبان میں اس کی شرح لکھی۔ اس کے علاوہ شیخ الاسلام زین الدین الحافظ زکریا محمد (م: ۹۲۵ھ) اورمشہور محدث ملا علی قاری (م: ۱۰۱۴) نے بھی اس کی عمدہ شرحیں لکھیں ۔(۳۵) یورپی زبانوں میں بھی اس کے کئی تراجم ہوچکے ہیں۔ ۱۹۱۴ء میں برلن میں Richord Hastmann نے جرمنی زبان میں اس کا ملخص ترجمہ کیا۔ ۱۹۳۵ء میں اس کے ایک ترجمے پر امریکہ میں پی۔ایچ۔ڈی کی ڈگری دی جا چکی ہے۔(۳۶) اُردو زبان میں اس کا بہترین ترجمہ ڈاکٹر پیر محمد حسن نے کیا ہے۔(۳۷)

اس رسالے کی اَہمیت کا اندازہ اِس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ سید علی ہجویریؒ نے اپنی شہرۂ آفاق کتاب کشف المحجوب میں امام قشیریؒ کی نہ صرف تعریف و توصیف فرمائی بلکہ اسے لکھتے ہوئے ان کی کتاب رسالہء قشیریہ سے بھی بہت مدد لی۔ آپ نے اپنی اس کتاب کے مضامین کی ترتیب تقریباً ویسی ہی رکھی جیسی رسالہ قشیریہ کی ہے۔ چنانچہ رسالہء قشیریہ کے آغاز میں جس طرح اکابر صوفیاء کے حالات بیان کیے گئے ہیں کشف المحجوب میں بھی تقریباً اسی طرز پر صوفیاء کے احوال لکھے گئے ہیں۔ اگرچہ سید علی ہجویریؒ نے اس سلسلے میں بعض جگہوں پر کچھ فرق بھی ملحوظ رکھا ہے۔ مثلاً اس رسالہء قشیریہ میں صوفیاء کے ذکر کا آغاز حضرت ابراہیم بن ادھمؒ سے ہو کر امام قشیریؒ کے عہد کے متاخرینِ صوفیاء پر ختم ہوتا ہے جب کہ کشف المحجوب میں صوفیاء کے تذکروں کی ابتدا خلفائے راشدین سے ہوتی ہے۔ (۳۸) ان واقعات کو بیان کرتے ہوئے سید ہجویرؒ نے ان پر تنقید بھی کی ہے جبکہ امام قشیریؒ نے صرف ان واقعات کو بیان کرنے پر ہی اکتفا کیا ہے۔ اس فرق کے باوجود صوفیائے کرام کے تذکروں کے حوالے سے

اس باب میں مماثلت پائی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ آپ نے رسالہء قشیریہ میں موجود مختلف اقوال مشائخ اور حکایات کو بھی شامل کتاب کیا ہے۔ یہ اقوال و حکایات آپ نے کہیں تو عربی زبان ہی میں رہنے دیے ہیں اور کچھ جگہوں پر انھیں فارسی زبان میں ترجمہ کر دیا ہے۔ (۳۹) اسی طرح رسالہء قشیریہ کی بعض فصول ایسی ہیں جو آپ نے عیناً شامل کرلی ہیں اور کچھ عبارات اور جملے ایسے بھی ہیں جن میں آپ نے ضروری کمی بیشی کر کے انھیں کشف المحجوب کا حصہ بنایا ہے۔ جیسے احوال و آثار منصور حلاج (م:۳۰۹ھ)،(۴۰) اور عشق(۴۱) کے بارے میں امام قشیریؒ کا قول۔

اکابر صوفیاء کے تذکروں کے بعد امام قشیریؒ نے اصطلاحاتِ صوفیاء در باب احوال ومقامات کا ذکر کیا اور اس ضمن میں جن موضوعات پر آپ نے بحث کی ہے تقریباً اسی طرح کے مباحث سید ہجویریؒ نے کشف المحجوب میں بیان کیے ہیں۔

التعرف لمذہب اہل تصوف

اس کتاب کے مصنف ابوبکر بن اسحاق محمد بن ابراہیم بن یعقوب بخاری کلا بادیؒ ہیں۔(۴۲) آپ کی سوانح حیات کے بارے میں زیادہ معلومات دستیاب نہیں صرف اسی قدر معلوم ہو سکا ہے کہ آپ بخارا کے ایک قصبے کلاباد کے رہنے والے تھے۔ حنفی مذہب سے تعلق رکھتے تھے اور بہت بڑے فقیہ تھے۔ فقہ کی تعلیم محمد بن الفضل سے حاصل کی۔ آپ کے سنہ وفات میں اختلاف ہے مگر زیادہ تر محققین نے اتفاق کیا ہے کہ آپ نے ۳۸۵ھ میں وفات پائی۔(۴۳) آپ کا مزار بخارا میں ہے۔ التعرف کے علاوہ آپ کی ایک اور کتاب بحر الفوائد فی معانی الاخبار بھی ہے مگر آپ کو مقبولیت التعرف سے حاصل ہوئی۔

التعرف ۷۵ ابواب پر مشتمل ہے جن میں سوائے چند ایک کے باقی تمام ابواب اختصار سے بیان ہوئے ہیں۔ حضرت کلا بادیؒ نے اس کتاب کے مقدمے ہی میں اس کی غرض و غایت بیان فرما دی ہے اور اس ضمن میں پہلے صوفیائے کرام کے فضائل کو بیان کیا ہے اور اس

کے بعد تصوف کے انحطاط کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ تصوف کی حقیقت ختم ہوگئی ہے اور اب صرف اس کا نام ہی رہ گیا ہے۔ اس کے دعویدار خود اس سے لاعلم ہیں اور اسے ایسے لوگوں نے اپنا لیا ہے جو اس کی اصل سے نا آشنا ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ تصوف میں وہ تمام عناصر داخل ہوگئے جنھوں نے حق و باطل کے فرق کو ختم کر دیا۔ چنانچہ لوگوں کے دل تصوف سے متنفر ہو گئے۔ ان حالات نے مجھے تحریک دی کہ میں تصوف سے متعلقہ تمام غلط فہمیوں کے ازالے کے لیے یہ کتاب لکھوں اور تصوف کی صحیح صورت اور صوفیائے کرام کی اصل تعلیمات کو سامنے لاؤں۔(۴۴)

اس کتاب کے موضوعات کا جائزہ لینے سے اندازہ ہوتا ہے کہ ابوبکر کلا باذیؒ نے تصوف سے متعلقہ تمام مباحث پر گفتگو کی ہے اور اس سلسلے میں بھرپور کوشش کی ہے کہ کوئی موضوع احاطہ تحریر میں لانے سے رہ نہ جائے۔

چونکہ آپ کے اندازِ تحریر میں اختصار کے ساتھ ساتھ جامعیت کا پہلو بھی نمایاں رہا اس لیے یہ کتاب علماء اور مشائخ میں بہت جلد مقبول ہوگئی۔ سلسلۂ سہروردیہ کے بانی حضرت شہاب الدین سہروردی (۵۸۷ھ) کا التعرف کے بارے میں یہ قول ضرب المثل کی حیثیت اختیار کر چکا ہے کہ لولا التعرف لما عرف التصوف (اگر کتاب تعرف نہ ہوتی تو لوگ تصوف کو ہی نہ پہچانتے)۔(۴۵)

اس کتاب کی اہمیت و افادیت کے باعث اس کی بہت سی شرحیں بھی لکھی گئیں جن میں خواجہ عبداللہ انصاری ہرویؒ (م:۴۸۱ھ)، علاء الدین علی بن اسماعیل قونویؒ (م:۷۲۹ھ) اور اسماعیل بن محمد بن عبداللہ مستملیؒ (م:۴۳۴ھ) کی شرحیں شامل ہیں۔(۴۶) ان شروح سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس کتاب نے اہلِ علم کے کتنے بڑے طبقے کو متاثر کیا۔

اس کتاب کی اہمیت کا اندازہ اِس مسلمہ حقیقت سے بھی ہوتا ہے کہ یہ کشف المحجوب کے منابع میں شامل ہے۔ حضرت علی ہجویریؒ نے کشف المحجوب تحریر کرتے ہوئے اس سے کافی

مدد لی۔ یہی وجہ ہے کہ دونوں کتابوں میں کچھ مماثلتیں پائی جاتی ہیں۔ مثلاً کشف المحجوب کے ابواب کو ترتیب دیتے ہوئے یقیناً حضرتِ ہجویریؒ نے التعرف کی ابواب بندی کو پیش نظر رکھا ہوگا اسی لیے دونوں کتابوں کے ابواب کی ترتیب کا انداز بھی کافی حد تک ایک جیسا ہے۔ اسی طرح موضوعات کے بیان میں بھی بہت اشتراک پایا جاتا ہے۔ البتہ التعرف کے مصنف نے خاصا اختصار سے کام لیا ہے جبکہ سیدِ ہجویریؒ نے بڑی وضاحت سے تمام مباحث پر بات کی ہے۔ مشترکہ خصوصیات کے حوالے سے ایک قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ حضرت ابوبکر کلا بادیؒ نے اس کتاب کی وجہ تسمیہ جس انداز میں بیان کی ہے، سیدِ ہجویریؒ نے بھی ان کی تقلید کرتے ہوئے تقریباً اسی طریقے سے کشف المحجوب کا نام رکھنے کی وضاحت فرمائی ہے۔ (۴۷) اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کی نظر میں اس کتاب کی کس درجہ اہمیت تھی اور انھوں نے کشف المحجوب کو اس کتاب کے گوہر الفاظ اور نگینۂ مفاہیم سے کس قدر خوبصورتی سے آراستہ کیا ہے۔ آیات، احادیث اور اقوالِ مشائخ کا بیان بھی ایک اور قدرِ مشترک ہے جو دونوں کتب میں پائی جاتی ہے۔

کشف المحجوب کے بنیادی منابع کے بعد ذیل میں اس کے ذیلی اور ضمنی منابع کا بھی مختصر سا جائزہ اس کتاب کی اہمیت و افادیت کو سمجھنے میں مزید مدد فراہم کرے گا۔ ان میں یہ منابع شامل ہیں:

تاریخ اہل صفہ، ابو عبدالرحمٰن سلمیؒ (۴۸)، کتاب محبت، عمر بن عثمانؒ (م:۲۹۶ھ) (۴۹) تاریخ المشائخ، محمد بن علی حکیم ترمذی، (م:۲۸۵ھ) (۵۰) تصانیف حسین بن منصور حلاج (۵۱) تالیف ابو جعفر محمد بن مصباح صیدلانی (۵۲) رسائل ابوالعباس سیاری (م:۳۴۲ھ) (۵۳) کتاب السماع، ابو عبدالرحمٰن سلمی (۵۴) غلط الواجدین، ابو محمد رویمی (م:۳۰۳ھ) (۵۵) تصحیح الارادہ، حضرت جنید بغدادیؒ (م:۲۹۸ھ) (۵۶) الرعایہ بحقوق اللہ، احمد بن خضرویہ (م:۲۴۰ھ) (۵۷) کتاب اندر اباحت السماع مولف نامعلوم (۵۸) کتاب المعرقعہ، ابومعمر اصفہانی (م:۴۱۸ھ) (۵۹) کتاب رغایب، ابوعبداللہ الحارث بن اسد المحاسبیؒ (م:۲۴۳ھ) (۶۰) مراۃ الحکماء شاہ شجاع کرمانی (م:بعد از ۲۷۰ھ) (۶۱)

مندرجہ بالا کتب کے علاوہ بعض کتب ایسی ہیں جو صاحبِ کشف المحجوب کے زیر نظر رہیں مگر آپ نے صرف ان کے مصنفین کے اَسمائے گرامی تحریر کیے ہیں۔ ان کی تفصیل یہ ہے: تصانیف یحییٰ رازی(م:حدود ۳۱۳ھ)،(۶۲)، تالیف ابوبکروراق،(۶۳)، آثار سہل بن عبداللہ،(م:۲۸۳ھ) ،(۶۴)اور اس کے علاوہ ابو حمدون قصار (م:۲۷۱ھ) صوفیہء قصاریان(۶۵) شیوخ صوفیہء عراق (۶۶)اور ابو الفضل ختلیؒ (۶۷)کے اقوال سے بھی کشف المحجوب کو مزین کیا ہے۔

حوالہ جات

1- Kashf -Al- Mahjub, Ali Bin Uthman Al Hujviri, Translated by Reynold A. Nicholosan, Forward by Shahid Ullah Faridi, Islamic Book Foundation, Lahore, 1976.p-20

۲۔ کشف المحجوب ، ابو الحسن سید علی بن عثمان ہجویریؒ ، مترجم ابو الحسنات سید محمد احمد قادری، مقدمہ حکیم محمد موسیٰ امترتسری ، اسلامک بک فاؤنڈیشن ، لاہور ، ۱۹۸۵ء ، ص ۲۷۔ (مقدمہ)

۳۔ ایضاً ،ص ۲۰۹

۴۔ نفحات الانس حضرات القدس ، نور الدین عبدالرحمان جامی ، مقدمہ ، تصحیح و تعلیقات دکتر محمود عابدی، انتشارات اطلاعات، تہران ، ۱۳۷۰ ، چاپ دوم ،ص ۲۸۹

۵۔ ایضاً ،ص ۲۸۹

۶۔ مقدمہ ای برمبانی عرفان و تصوف ، دکتر سید ضیاء الدین سجادی، سازمان مطالعہ و تدوین کتب علومِ انسان دانشگاھھا (سمت) تہران ،۱۳۷۲ ،چاپ دوم ،ص ۸۰

۷۔ کتاب اللمع فی التصوف، ابونصر سراج طوسیؒ، ترجمہ و مقدمہ ڈاکٹر پیر محمد حسن، ادارہ تحقیقاتِ اسلامی، اسلام آباد، ۱۹۹۶ء، اشاعتِ اول، ص ۳۳۔۳۴

۸۔ ایضاً، ص ۳۵۔۳۶

۹۔ تصوفِ اسلام، عبدالماجد دریا بادی، اسلامک بک فاؤنڈیشن، لاہور، ۱۹۸۰ء ص ۱۲

۱۰۔ کشف المحجوب، علی بن عثمان ہجویریؒ، مقدمہ، تصحیح و تعلیقات دکتر محمود عابدی،، سروش (انتشارات صداوسیما)، تہران، ۱۳۸۳، چاپ اول، ۱۹۸۳، ص ۴۷۳

۱۱۔ ایضاً، ص ۵۰۳

۱۲۔ کشف المحجوب، علی بن عثمان ہجویریؒ، ص ۴۷۳

۱۳۔ ایضاً، ص ۵۰۳

۱۴۔ ایضاً، ص بیست و شش

۱۵۔ ایضاً، ص ۳

۱۶۔ اُردو دائرہ معارفِ اسلامیہ، دانش گاہِ پنجاب، لاہور، ۱۹۷۵ء طبع اوّل، جلد ۱۱، ص ۱۹۱

۱۷۔ اسرار التوحید فی مقامات الشیخ ابی سعید محمد بن منور بن ابی سعد بن ابی طاہر بن ابی سعید میہنی، مقدمہ، تصحیح و تعلیقات دکتر محمد رضا شفیعی کدکنی، موسسۂ انتشارات آگاہ، ایران، ۱۳۷۱، بخش اوّل، چاپ سوم، ص ۳۲

۱۸۔ کشف المحجوب، علی بن عثمان ہجویریؒ، ص بیست و ھفت

۱۹۔ نفحات الانس من حضرات القدس، ص ۱

۲۰۔ کشف المحجوب، علی بن عثمان ہجویریؒ، ص بیست و ھفت

۲۱۔ ایضاً، ص ۱۷۳

۲۲۔ ایضاً، ص ۱۷۳

۲۳۔ ایضاً، ص ۱۲۲

۲۴۔ ایضاً، ص ۱۷۳

۲۵۔ ایضاً، ص ۱۷۵۔

۲۶۔ ترجمۂ رسالہ قشیریہ، تصحیحات واستدراکات بدیع الزمان فروز انفر، انتشارات علمی و فرہنگی، ۱۳۶۷، چاپ سوم، ص ۱۴

۲۷۔ رسالۂ قشیریہ، امام ابو القاسم عبدالکریم بن ہواز ن قشیریؒ، ترجمہ، مقدمہ و تعلیقات ڈاکٹر پیر محمد حسن، ادارۂ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد، پاکستان، ۱۹۹۵ء، ص ۶

۲۸۔ ایضاً، ص ۱۳

۲۹۔ سید ہجویر المعروف بہ داتا گنج بخشؒ، حیات و تعلیمات، مولانا سید محمد متین ہاشمی، مرکز معارف اولیا، محکمہ اوقاف، حکومت پنجاب، لاہور، ۱۹۸۵ء، ایڈیشن اول، ص ۲۹۹

۳۰۔ ترجمہ رسالہ قشیریہ، ص ۲۴

۳۱۔ رسالہ قشیریہ، ص ۲۶

۳۲۔ ایضاً، ص ۱۰۷

۳۳۔ ایضاً، ۶۸۸۔۷۰۸

34. The Principles of Sufism, Al- Risalah al- Qushayriah, Abu al- Qasim al Qushayri, Translation B.R- Von Schlegell, Suhail Academy, Lahore, 2004.

۳۵۔ رسالہ قشیریہ، مقدمہ، ص ۴۱

۳۶۔ ایضاً، ص ۴۲

۳۷۔ ایضاً، ص ۱۰۴۔ ۷۰۸

۳۸۔ کشف المحجوب ، علی بن عثمان ہجویریؒ ، ص ۹۵

۳۹۔ ترجمہ رسالہ قشیریہ ، ص ۵۱۵

۴۰۔ کشف المحجوب ، علی بن عثمان ہجویریؒ ، ص ۲۲۹

۴۱۔ ایضاً ، ص ۴۵۵

۴۲۔ تعرف ، امام ابوبکر ابو اسحاقؒ ، ترجمہ ڈاکٹر پیر محمد حسن ، اسلامک بک فاؤنڈیشن ، ۱۹۷۸ء ، ص ۱۴

۴۳۔ ایضاً ، ص ۱۴

۴۴۔ ایضاً ، ص ۳۶

۴۵۔ ایضاً ، ص ۳۶

46. The Doctrinc of the Sufis (Kitab al Taarrof i-madhab ahlal-tsawwuf, Abu Bakar al - Kalabadhi, Translation, A.J. Arberry, Suhail Academy, Lahore, 2001,1st edition, pxii.

۴۷۔ کشف المحجوب ، علی بن عثمان ہجویریؒ ، ص ۶

۴۸۔ ایضاً ، ص ۱۲۲ ۴۹۔ ایضاً ، ص ۴۵۳

۵۰۔ ایضاً ، ص ۲۱۶ ۵۱۔ ایضاً ، ص ۲۳۱

۵۲۔ ایضاً ، ص ۲۶۱ ۵۳۔ ایضاً ، ص ۳۷۲

۵۴۔ ایضاً ، ص ۵۸۶ ۵۵۔ ایضاً ، ص ۲۰۷

۵۶۔ ایضاً ، ص ۴۹۸ ۵۷۔ ایضاً ، ص ۴۹۸

۵۸۔ ایضاً، ص ۵۸۶ ۵۹۔ ایضاً، ص ۵۷

۶۰۔ ایضاً، ص ۱۶۵ ۶۱۔ ایضاً ص ۲۱۱

۶۲۔ ایضاً، ص ۱۸۷ ۶۳۔ ایضاً، ص ۲۱۷

۶۴۔ ایضاً، ص ۲۱۳ ۶۵۔ ایضاً، ص ۲۷۷

۶۶۔ ایضاً، ص ۲۶۱ ۶۷۔ ایضاً، ص ۲۵۲